اسلامی افکار و عقائد کی روشنی میں

معنوی انسان کی روشِ زندگی

مقالہ نگاران : محمد نوبخت وزہرہ اسماعیلی وحمید ملکی

مترجم: مولانا سید اطہر عباس رضوی

فلسفۂ اسلامی ، مباحثِ فلسفی اور تعلیم و تربیت میں سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ ، قدروں کا مسئلہ ہے۔ مختلف علوم و فنون میں اس کے انواع و اقسام کے استعمال کے پیش نظر اس لفظ کے معنائے عمومی کو "مطلوبیت" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ فلسفہ میں ایک فلسفی مبنیٰ کے عنوان سے اور اسی طرح فلسفۂ اسلامی میں وجود شناسی اور معرفت شناسی جیسے دوسرے مبانی کے پہلو میں معنوی تربیت میں قدر شناسی کا ایک اہم اور بنیادی کردار ہے۔ معنویت، علم و آگہی کی ایک شکل ہے ؛ترقی بخش آگہی جو بالقوّۃ ہر انسان کے اندر موجود ہے اور اس کا انسان کی تعمیر میں بہت مثبت کردار ہے، انسان کو ایسی توانائی عطا کرتی ہے جس کے ذریعے وہ محیطِ زیست (Hygiene Sefety Enviornment) میں اپنی حفاظت کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ (میلر[۱]، ۱۹۹۳)تربیت معنوی، تربیت کا ایک پہلو ہے جس کو آج سبھی تسلیم کرتے ہیں اور مذہبی و غیر مذہبی تمام محفلوں میں اس کو سندِ قبولیت حاصل ہے ؛اسی وجہ سے تربیت معنوی کے فلسفی مبانی کی تحقیق کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ میخائیل ہینڈ[۲] ایک مقالہ میں تربیت معنوی کے عنوان کے تحت، تربیت معنوی کے مفہوم کی ایک فلسفیانہ تحلیل پیش کرتا ہے۔ وہ تربیت اور معنوی الفاظ کی ترکیب سے ایک منطقی طبقہ بندی نظام کی تشکیل کے ساتھ تربیت معنوی کے مندرجہ ذیل چار معانی بیان کرتا ہے :

۱۔ Miler

۲۔ Michaelhand

۱۔ معنوی اصول کی بنیاد پر تربیت؛

۲۔ روح انسان کی تربیت؛

۳۔ معنوی فعّالیت و سرگرمی میں تربیت؛

۴۔ایک رجحان یا معنوی حالت میں تربیت

اہم بات یہ ہے کہ معنوی تربیت کے کسی بھی مفہوم کا انتخاب، اس صورت میں کہ ایک طرح کی فعالیت سمجھ میں آئے، جب تک ایک صحیح اور منسجم بنیاد پر استوار نہ ہو، عرصہ تربیت میں سؤالات کا جواب دینے میں انحراف و کجروی اور سرگردانی کا باعث ہے۔ایسے سؤالات کا جواب دینے کے لئے انسان کی روح کی بالیدگی کے لئے کون سی روش مراقبہ مناسب تر ہے؟ یا پھر یہ کہ انسان کا معنوی ہونا بنیادی طور پر کیا ہے اور کس معنی میں ہے؟اس لحاظ سے کہ معنوی تربیت کے مفہوم سے مختلف معانی استخراج ہوتے ہیں، تعبیریں مختلف ہوں گی۔(ہینڈ، ۲۰۰۳)

جن لوگوں نے معنوی تربیت کے مفہوم کی توضیح و تفسیر کی ہے، ان کے نزدیک اس لفظ کے مختلف معانی ہیں۔ آراء و نظریات کا یہ تنوع، لفظ معنویت کے گوناں گوں معانی کی وجہ سے ہے، کیونکہ معنویت کے تعلق سے ہر خاص نظریہ معنوی تربیت کو ایک خاص معنی اور رخ عطا کرتا ہے اور اس کی کیفیتِ تشکیل میں ماہیتی تفاوت پیدا کرتا ہے۔

موجودہ تحقیق، اسلام کی رو سے معنوی انسان کی روشِ زندگی سے متعلق ہے۔اگرچہ معنویت کو دینی حدود سے فراتر بھی تصور کیا جاسکتا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس تحقیق میں اسلامی نقطہ نگاہ سے معنویت کی توضیح و تفسیر کی جائے۔اسی وجہ سے اس تحقیق میں اسلامی اخلاق اور دینی تعلیمات کی روشنی میں معنوی انسان کی روش زندگی کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اسلامی متون و منابع اور علماء کے آراء و نظریات سے استناد کرتے ہوئے میخائیل کے نقطہ نظر سے تربیت کے دوسرے معنی یعنی تربیت روح انسان پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

نتائج تحقیق

دینی معنویت [۱]، تعلیمات کے بنیادی رکن کے عنوان سے انسان کو عالم ماوراء طبیعت سے متصل اور حقیقی معنوی زندگی سے ہمکنار کرنے کی ایک کوشش ہے اور یہ چیز ہمیشہ سے دین کے رہبروں کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔

معنویت یعنی حقیقتِ عالم تک رسائی جہاں تک انسان پہونچنا چاہتا ہے اور وہی اس کا گوہر مراد ہے۔ معنویت یعنی دلبستگی، اصل اور بنیاد سے حقیقی عشق۔ حقیقت یہ ہے کہ معنویت اعتقادات و نظریات اور فردی واجتماعی عادات و اطوار سے جدا اور علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ معنویت بدن میں روح کی طرح ہے جو عضو عضو میں موجود ہے اور جہاں نہ ہو، مردہ ہے؛ اگرچہ جسمانی طور پر اس میں حرکت اور حرارت پائی جاتی ہو۔ لہٰذا معنوی تربیت میں جانِ کلام، کل کا کل حضور اور مفہوم عشق ہے۔ (ملکیان ۱۳۸۹) اس تعلق سے حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے:

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد　　عشق پیدا شد و آتش به همه عالم
جلوه ای کرد رخت دید ملک　　عین آتش شد از این غیرت و بر آدم
حافظ آن روز طربنامه عشق تو　　که قلم بر سر اسباب دل خرم زد

معنویت، رنگ و بوئے خدائی ہے۔ روح کی سیرابی اور قلب مضطر کا سکون و قرار ہے۔ معنویت، کمیت و کیفیت، طول و عرض اور زمان و مکان کے لحاظ سے ہر طرح کی خوبصورتی و زیبائی اور کسی توقع اور غرض کے بغیر خلق خدا کی خالصانہ اور عاشقانہ خدمت سے عبارت ہے۔ (ملکیان، ۱۳۹۰)

توحید، تمام معارف اور معنویات کی اصل اور بنیاد ہے۔ اخلاص، زہد، خدا کی اطاعت وبندگی، تقویٰ وایمان کی رعایت، اخلاق پسندیدہ، اقامۂ عدل، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، یہ ساری چیزیں توحید کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں۔ (ملکیان، ۱۳۹۰)

بنابراین، معنویت کی تربیت وپرورش کے تعلق سے اہم ترین نکتہ، توحید کی تعلیم ہے۔ انسان، انسان ہونے کی وجہ سے دو چیزوں یعنی جسم اور روح کا مجموعہ ہے اور اس کے اندر الٰہی اور حیوانی دوطرح کی خواہشات پائی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر مادّی زندگی سے وابستگی اور ارتکاب معصیت کے نتیجے میں جب پژمردگی سے

۱۔ Spirit

دوچار ہوتا ہے اوراس پر مردنی سی چھا جاتی ہے تو پند و موعظہ سن کر اس کی روح کو بڑا سکون ملتا ہے اور معنویات کی طرف راغب ہوتا ہے۔ (دباغ، ۱۳۸۳)

لہٰذا اسلام کی رو سے معنوی تربیت کے مبانی وبنیادی اصول کی وضاحت کی جائے گی اور اسلام کی رو سے معنوی تربیت کے مبانی کیا ہیں ؟اس سؤال کا جواب دیا جائے گا،اور یہ کام اسلامی معنوی تربیت کے مفہوم، اصول و اقدار،اسلامی تعلیم و تربیت کے اقدار، مبانی اور ماہرین تربیت اسلامی کے آراء و نظریات اور معنوی تربیت کے مفہوم کے تعلق سے جو کچھ بیان ہوا،اس کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کیا جائے گا۔

معنوی تربیت کے مبانی وبنیادی اصول

مبدأ ہستی کا معبود انسان ہونا؛ خدا معیار اقدار عالم،خدا صاحبِ اقدار مطلق؛طبیعت خدا کی آیت ونشانی؛انسانی کرامت؛معنوی آزادی؛عدالت ،؛جہان ہستی اور مخلوقات خدا سے عشق اور جہان ،جمال معبود کا ایک جلوہ ہے۔یہ ساری چیزیں معنوی تربیت کے مبانی سے عبارت ہیں۔

قدر شناسی کے مبانی

قدروں کا اعتباری ہونا ان کا حقیقت کی عکاسی کرنا؛ قدروں میں ثبات و تغیر؛طبیعت کی آلاتی قدر؛کرامت انسان؛آزادی؛عدالت؛رأفت واحسان؛زیبائی اور قدر زیبائی شناسی۔

پہلا مبنیٰ: مبدأ ہستی کا معبود انسان ہونا

اسلامی نقطۂ نگاہ میں قدر شناسی کے مبانی کی رو سے خداوند عالم،ہر خیر کی اصل واساس اور بنیاد ہے۔اس معنی میں اقدار،آدمی کے عرصۂ ادراک میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس رخ سے اس کے اعتباری ہونے کی بات کی جاسکتی ہے۔قدروں سے وابستہ چیزیں، آدمی کے ادراک اور اعتبار پر مبتنی ہونے کے علاوہ،اشیاء کی وجودی حیثیت یا غایت ہستی سے ان کی نسبت پر بھی ناظر ہوتی ہیں۔(باقری، ۱۳۸۲)

کلام کا ماحصل یہ ہے کہ قدروں کے معیار کی تعیین و تشخیص خداوند عالم کے اختیار میں ہے۔اس کا فعل معیار اور خود خدا معیار آفرین ہے۔(باقری، ۱۳۸۳۹)

لہٰذا سابقہ تحقیق اور مندرجہ بالا مطالب کے پیش نظر، اسلامی تعلیم وتربیت کے اقدار شناسی کے مبانی میں اعتبار یابی اور حقیقت پر نظارت کے مبنی سے معنوی تربیت میں اسلام کی رو سے مبدأ ہستی، معبودِ انسان کا استنباط کیا جاسکتا ہے اس مبنی کا تعلق، خدا سے انسان کے رشتہ سے ہے۔اقداری امور آدمی کے اعتبار اور ادراک پر مبتنی ہونے کے ساتھ ساتھ امور کی وجودی حیثیت اور غایت ہستی سے ان کی نسبت پر بھی ناظر ہوتے ہیں۔

بنابراین، جب معنوی تربیت کے پرتو میں انسان کا رابطہ اپنے معبود کی نسبت، صحیح اور درست ہوتا ہے اور اس کی زندگی الٰہی رنگ و بو اختیار کرلیتی ہے تو تربیتِ واقعی صورت پذیر ہوتی ہے اور انسان بڑے قدم اٹھاتا ہے اور عظیم کارنامے انجام دیتا ہے۔اس مبنی کے تحت، مبدأ ہستی سے انسان کے رابطہ کی اصلاح مقصود ہوتی ہے، وہی مبدأ ہستی جو تمام خیر اور خوبیوں کا سرچشمہ اور منبع ہے۔وہی رابطہ جو شدید باطنی ضرورت کے احساس کے ہمراہ دنیوی اور اخروی ثواب کی امید کی پرواہ کئے بغیر عشق و محبت، عبودیت و بندگی، دلدادگی و وارفتگی اور خالصانہ پرستش کی عکاسی کرتا ہے۔قرآن کریم اس حوالے سے فرماتا ہے: جو لوگ خدا پر ایمان لے آئے ہیں وہ خدا سے بہت زیادہ اور بے انتہا محبت کرتے ہیں۔[۱]

ایسا نظریہ جو معبود حقیقی سے عشق کرنا سکھاتا ہے اور انسان کے پورے وجود کو راز و نیاز الٰہی سے لبریز کردیتا ہے اور اس کی روش زندگی اور طرز فکر کو بدل دیتا ہے۔یہ نظریہ انسان کو کمالِ انقطاع کی منزل کی طرف لے جاتا ہے جہاں پہونچ کر انسان، عالم کو محضر خدا سمجھنے لگتا ہے۔

دوسرا مبنیٰ: خدائے عزوجل، صاحب اقدار مطلق اور معیار اقدار عالم

اسلامی تعلیم تربیت کی رو سے، خداوند عالم وجودی حیثیت سے خیرِ کل اور خیر محض سمجھا جاتا ہے اور چونکہ خود خیر کی بنیاد اور صاحب اقدارِ مطلق ہے، (باقری) لہٰذا سابقہ تحقیق کے پیش نظر، اسلامی تعلیم وتربیت کے مبانی اقدار شناسی اور اشیاء میں مبنائے ثبات و تغیر سے اسلامی معنوی تربیت کے مبانی کے لئے اس مبنی کا استنباط کرسکتے ہیں کہ خداوند عالم صاحب اقدار مطلق اور معیار اقدار عالم ہے اس مبنی کا تعلّق اس بات سے ہے کہ انسان کا خدا اور خدائے جہان سے کیا رشتہ ہے۔اس مبنی کی رو سے خداوند متعال عالم، عالمیان اور دنیا کی ہر چیز کا خالق

۱۔ وَالَّذینَ آمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ۔(بقرہ/۱۶۵)

و موجد اور مدبّر ہے۔ تمام امور کی تدبیر اسی کے قبضۂ قدرت اور دست اختیار میں ہے۔ پوری کائنات الٰہی محور کے تحت اپنی زندگی کے شب و روز بسر کر رہی ہے اور مادام العمر ہلاک اور فناء سے ہمکنار ہونے تک اسی کی ہدایت ورہنمائی کی محتاج ہے۔خداوند عالم ہی تمام اشیاء اور اس نظام ہستی کا خالق و مالک اور مدبّر ہے۔ بنابراین، تربیت معنوی میں امور کی قدر و قیمت معلوم کرنے کا معیار خدا کی ذات ہے اور اسی معیار کے تحت خدا سے وابستہ تمام امور کی آزمائش و پیمائش ہوتی ہے۔البتہ معنوی انسان جو خدا سے عشق کرتا ہے اور صرف اسی کو اپنی زندگی میں لائق عبادت سمجھتا ہے، خدا کے علاوہ کسی اور چیز کی قدر و قیمت کا بالکل بھی قائل نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: خدایا! میری عزت کے لئے بس یہی کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے افتخار کیلئے یہی کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے، تو ویسا ہی ہے جیسا میں چاہتا ہوں، مجھے بھی ویسا بنادے جیسا تو چاہتا ہے۔[1] امیر کائنات کی اس نورانی حدیث کی روشنی میں عزت کا معیار، خدا کی عبودیت و بندگی اور بلندترین افتخار، خدائے عزوجل کا رب اور پروردگار ہونا ہے۔ خدا کے تعلق سے ایسا خیال اور طرز فکر، انسان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیتا ہے اور یہی اصلی اور خالص اسلامی روش زندگی ہے۔

تیسرا مبنی: طبیعت، خدا کی آیت اور نشانی

اسلامی نقطۂ نظر سے، طبیعت بالخصوص زمین چونکہ ایک حیثیت سے آدمی کی زندگی کے لئے وسائل اور امکانات کا مجموعہ ہے، اس وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ طبیعت، آلاتی قدر و قیمت رکھتی ہے اور طبیعی چیزوں کی حیثیت آدمی کے نزدیک اوزار وسائل کی سی ہے اور یہ آدمی اور اس کی زندگی سے ہم آہنگ ہے۔اس مفہوم میں ملحوظ نظریہ ہے کہ ہر وسیلہ و اوزار کو ایک معیّن مقصد یا متعدد مقاصد کے لئے بنایا جاتا ہے اور آلات وسائل میں یہی غرض و غایت مقصود ہوتی ہے۔ (باقری، ۱۳۸۲)

سابقہ تحقیق کے پیش نظر، اسلامی تعلیم وتربیت کے مبانی اقدار شناسی میں طبیعت کی آلاتی اور اوزاری قدر و قیمت کے مبنی کا ذکر ہوا، چنانچہ اس پہلو سے اسلام کی معنوی تربیت کے مبانی کے لئے اس مبنی کا استنباط ہوتا ہے کہ طبیعت، خدا کی آیت اور نشانی ہے۔اس مبنی کا ربط اس بات سے ہے کہ انسان کا جہان ہستی سے ایک رابطہ اور تعلق ہے۔ ایک معنوی انسان، اشیاءِ طبیعی، عالم و عالمیان اور محیط زیست کو اپنے معبود، خداوند کریم کی مخلوق

۱۔اِلٰهِی كَفٰى بِیْ عِزًّا اَنْ اَكُونَ لَكَ عَبْدًا وَكَفٰى بِیْ فَخْرًا اَنْ تَكُوْنَ لِی رَبًّا [اِلٰهِی] اَنْتَ كَمَا اُحِبُّ فَاجْعَلْنِی كَمَا تُحِبُّ۔

جانتا ہے اوراس بات پر شاد وخرم اور نازاں ہے کہ ایسی دنیامیں زندگی بسر کر رہا ہے جو اس کے پروردگار اور خالق کا شاہکار ہے اور اس کی خلقت وتدبیر اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ فارسی ادب کی روح و جان شیخ سعدی نے کیاخوب کہاہے: ''بہ جہان خرم از آنم کہ جہان خرّم ازاوست'' (میں اس دنیامیں اس لئے شاد وخرم ہوں کہ یہ سرسبز وشاداب اور خرم دنیا اس کی بنائی ہوئی ہے)۔ علاوہ برایں، طبیعت، کائنات، محیط زیست اور اس کی خلقت کے بارے میں تعقل وتدبر سے کائنات کی معرفت و شناخت کے اسباب فراہم ہوتے ہیں اور انسان کائنات اور محیطِ زیست کے بارے میں تعقّل وتدبر کرکے اس کو خدا کی آیت اور نشانی جانتا ہے اور ان چیزوں کو دیکھ کر اپنے خالق و مالک کو یاد کرتا ہے اور اس کائنات میں خدا اور اپنے فلسفۂ وجودی کی معرفت و شناخت کو مزید بلندی عطا کرتا ہے۔ محیط زیست، کائنات اور پوری خلقت کے بارے میں نہ ہر آدمی کی سطح فکر ایک جیسی ہوتی ہے اور نہ اس کو دیکھنے کا طریقہ ایک جیسا ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ وجود کائنات کے بارے میں اپنی فکری سطح کو بلند کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں انسان کی روش زندگی میں تبدیلی آتی رہتی ہے کیونکہ کائنات کے بارے میں اس کی معرفت وشناخت میں تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے۔

چوتھا مبنی: کرامت انسان

اسلامی تعلیم وتربیت کے نقطۂ نگاہِ قدر شناسی میں چونکہ یہ مبنی آدمی کو عقل وفطرت جیسے عظیم وجودی سرمایہ سے بہرہ مند کرتا ہے، اس لئے انسان، انسان ہونے کی وجہ سے کرامت سے بہرہ مند ہے اور اس کو خدا نے خلقت کے ایک بلندترین معیار پر خلق کیا ہے اور اس کو اپنی دیگر مخلوقات پر برتری عطا کی ہے۔ (باقری، ۱۳۸۲)

سابقہ تحقیق کی رو سے کرامت، مبانی معنوی تربیت اور اسلامی تعلیم وتربیت کے مبانی قدر شناسی کے لئے ایک مشترک مبنی ہے۔ خدا نے انسان کو بلند و بالا مقام پر خلق کیا ہے۔ یہ مبنی اس بات سے مربوط ہے کہ انسان کا خود سے رابطہ کیا ہے۔ خداوند عالم نے عقل، ایمان، ارادہ، اختیار اور آزادی کے علاوہ یہ سب کرامت انسان کے جلوے ہیں، انسان کے پیکر خاکی میں اپنی روح پھونکی اور انسان کو اپنی جنس سے خلق کیا۔ یہ امتیاز جو خدا نے انسان کو بخشا ہے، اپنی کسی بھی مخلوق یہاں تک کہ مقرّب فرشتوں کو بھی نہیں بخشا۔ یہی امتیاز کافی ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہو اور خدا اس کی خلقت کے بعد خود اپنا قصیدہ پڑھے اور خود کو احسن الخالقین کہے۔ یہ کرامتِ انسان، اس کی زندگی بالخصوص اس کی روش زندگی کے لئے ایک گرانقدر مبنیٰ ہے اور وہ اس سرمایۂ حیات

کو اپنی ترقی ورشد اور فلاح ورستگاری کے لئے بروئے کار لاسکتا ہے۔انسان کے لئے اس موضوع کی شناخت کہ وہ صاحب کرامت اور خدا کی بہترین مخلوق ہے ،اس چیز کا اس کی زندگی میں بہت موئثر کردار ہے۔ یہ چیز رشد و ترقی کی راہ میں قدم آگے بڑھانے کے لئے ایک اہم محرک ہے اور اسی سے انسان کے اندر حرکت وفعّالیت اور خدائی صفات کا مظہر ہونے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

پانچواں مبنیٰ: معنوی آزادی

اسلامی تعلیم وتربیت کی نگاہِ قدر شناسی میں آزادی، بیرونی موانع کے فقدان کے معنی میں ہے اور فرد کی آزادی، اس بات کی مرہون منّت ہے کہ دوسرے افراد یا ارکان حکومت، انسان کے اپنے حقوق تک پہونچنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ کھڑی کریں۔اسلامی نقطۂ نظر سے آزادی میں صرف سلبی پہلو پر ہی نہیں بلکہ اخلاقی اور ایجابی پہلو پر بھی توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ (باقری، ۱۳۸۲) لہٰذا مبنائے آزادی کے پیش نظر، اسلامی تعلیم وتربیت کے مبانی قدر شناسی میں معنوی آزادی کے مبنی کا استنباط، اسلامی معنوی تربیت کے مبانی میں ہے۔اس مبنی کا تعلق، انسان کا خود اور دوسرے انسانوں کے ساتھ رابطہ سے ہے۔انسانوں کا ایک مسلّم الثبوت حق، حقِ آزادی ہے۔ زندگی میں آزادی، عقیدہ ومذہب میں آزادی، شغل اور کسب وکار میں آزادی، گفتار ونوشتار اور کردار میں آزادی اور بقدر استعداد وامکان کسی بھی چیز کے انتخاب میں آزادی۔ (فولادی، ۱۳۹۴)

اسلامی روش زندگی کے نقطۂ نگاہ سے سب سے اہم آزادی، معنوی آزادی ہے؛ کیونکہ اگر معنوی آزادی درکار نہ ہو تو عین ممکن ہے فضل و زہد اور علم و تقوی بھی صیدِ راہ ہوجائیں،[1] اور اس طرح کی آزادی کا حصول خدا کی عبودیت و بندگی کے ذریعے ہی ممکن اور میسّر ہے۔آزادی فقط خدا سے ربط و اتصال کے زیر سایہ امکان پذیر ہے۔ وہ خدا جس سے ربط واتصال اور وابستگی نقصان کا باعث نہیں بلکہ آدمی کی بے نیازی اور صلاح وفلاح کا باعث ہے؛ کیونکہ وہ تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور اس کی تخلیق کسی ضرورت اور فائدہ کے لئے نہیں ہے بلکہ جود و بخشش کی وجہ سے ہے۔چنانچہ خالق نہج البلاغہ کا ارشاد گرامی ہے: ”خَلَقَ الْخَلْقَ غَنِیاً عَن طَاعَتِهِم، آمنا مِنْ مَعْصِیَتِهِمْ۔“

۱۔ تکیہ بر تقوی ودانش در طریقت کافریست   راہرو گر صد ہنر دارد توکّل بایدش (حافظ)

یہ جو پیغمبر گرامی قدر، خدا کے حکم سے اعلان کرتے ہیں کہ "وہ صرف تذکّر دہندہ ہیں اور ان کا کسی پر کوئی تسلط اور سیطرہ نہیں ہے" [۱] حرّیت و آزادی کی معراج ہے۔ بنابراین، اس توحیدی پیغام کا مقصد، بردگی کے طوق اور غلامی کی بیڑیوں سے لوگوں کی رہائی ہے جو ان کی ہلاکت و نابودی کا سبب تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ لوگوں کو کسی جبر و اکراہ کے بغیر توحید کی دعوت دیتے تھے تاکہ لوگ کسی جبر و تشدّد اور اکراہ و اجبار کے بغیر بشوق و رغبت اپنے دین کا انتخاب کریں۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس نورانی کلام میں بھی اسی بات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے: "خدا نے تمہیں آزاد خلق کیا ہے اس لئے کسی کے بندے نہ بنو"۔ [۲] انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا کہ کہ لوگوں کو حرّیت اور آزادی کا درس دیں اور انھیں غیر اللہ کی عبودیت و بندگی سے منع کریں۔

چھٹا مبنٰی: عدالت

مبنائے عدالت ،اسلامی تعلیم وتربیت کے مبانئ قدرشناسی اور مبانئ تربیتِ معنوی کے لئے ایک مشترک امر ہے۔ عدالت کا شمار اساسی بلکہ اساسی ترین اجتماعی اقدار میں ہوتا ہے۔ عدالت، اعتباری پہلو کی حامل ایک گرانقدر شے کی طرح ہے لیکن یہ اعتبار، ثابت اور پائیدار ہے۔ عدالت کا میدان: اقتصادیات، تقسیم بیت المال، اخلاقیات، حکومت و قانون اور ثروتمندوں کے مال میں فقراء کا حق (باقری، ۸۲، ۱۳)

اس مبنٰی کا تعلّق اس بات سے ہے کہ انسان کا خود سے اور دوسرے انسانوں اور جہان ہستی سے کیا رابطہ ہے۔ اس مبنٰی سے استناد کرتے ہوئے ابتداء میں کہنا چاہئے کہ خداوند عالم نے سب کو عادلانہ طور پر ایک جنس اور ایک ماں اور باپ سے خلق کیا ہے اور اس طرح نفخ روح کی منزل میں سارے انسان مساوی اور مشترک ہیں اور اس مسئلہ میں بھی کسی کو کسی پر کوئی تفوّق اور برتری حاصل نہیں ہے اور دوسری جانب خداوند عالم نے بندوں کے رزق و روزی اور ہدایت کی ضمانت لی ہے۔ یہ ساری چیزیں بندوں کے سلسلے میں خدا کی عدالت پر روشن دلیل ہیں؛ علاوہ براین، خداوند عالم نے قرآن کریم میں تصریح کی ہے کہ ہم نے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگوں کے درمیان عدالت قائم کریں اور لوہے کو عدل و قسط کی راہ

۱۔ فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (غاشیہ/۲۱-۲۲)
۲۔ لَاتَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَقَدْ جَعَلَكَ اللّٰهُ حُرّاً (نہج البلاغۃ، مکتوب ۲۱)

میں جنگ و جدال کے لئے نازل کیا۔[۱] مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں بعض مفسّرین نے ارسالِ رسل اور انزال انزال کتب کا مقصد، معاشرے میں عدالت کی برقراری قرار دیا ہے۔انسان کی روشِ زندگی اس موضوع کی تاثیر سے اجتناب ناپذیر ہے۔

ساتواں مبنیٰ جہان ہستی اور مخلوقات خدا سے عشق

اسلامی تعلیم وتربیت کے مبانی قدر شناسی میں بنائے رأفت و احسان سے مبانی معنوی تربیت کے لئے جہان ہستی اور مخلوقات خدا سے عشق کا مبنی استنباط ہوتا ہے۔اس مبنی کا تعلّق، جہان ہستی سے انسان کے رابطے سے ہے۔ معنوی تربیت کے سانچے میں ڈھلا ہوا انسان شیخ سعدی شیرازی کے شعر کے اس مصرع کا مصداق نظر آتا ہے :''عاشقم بر ہمہ عالم کہ ہمہ عالم از اوست'' لہٰذا معنوی تربیت میں جان کلام اور لبّ مطلب، معبود حقیقی اور خدائے عزّوجلّ سے عشق و محبتِ والہانہ ہے۔ایسا عشق جو عاشق کے پورے وجود کا احاطہ کئے ہوئے ہو اور عاشق اپنے معشوق حضرت حق تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں نہ سوچے اور جہان ہستی کو وجودِ حق تعالیٰ کا ایک جلوہ سمجھے اور مخلوقات خدا کو بھی اسی نگاہ سے دیکھے کیونکہ ساری چیزیں معشوقِ حقیقی حضرتِ حق کی جانب سے ہیں اور سب اس سے متعلق اور اسی کی ملکیت ہیں۔چونکہ کائنات اور اس کی ساری چیزیں خدا کی مخلوق اور اسی سے وابستہ ہیں اس لئے معنوی انسان ان سے عشق و محبت کرتا ہے اور انھیں دوست رکھتا ہے۔انسان معنوی جہان ہستی کو سطحی نہیں بلکہ بہت گہری اور عمیق نگاہ سے دیکھتا ہے۔اس کا نقطۂ نگاہ طائرانہ نہیں بلکہ غائرانہ ہوتا ہے۔

آٹھواں مبنیٰ جہان، جمالِ معبود کا ایک جلوہ

اسلامی تعلیم وتربیت کے مبانی قدر شناسی میں بنائے جمال وزیبائی سے مبانی معنوی تربیت کے لئے اس مبنیٰ کا استنباط ہوتا ہے کہ جہان، جمالِ معبود کا ایک جلوہ ہے۔اسلامی نقطۂ نگاہ سے جمال وزیبائی اور جمال شناسی کی دو قسمیں ہیں : عینی اور ذہنی۔جمال میں عنصر عینی سے مراد یہ ہے کہ جمیل و حسین چیز خود ایسے خصائص سے آراستہ ہوتی ہے جو اس کو حسن وجمال عطا کرتے ہیں اور حسین و جمیل بناتے ہیں۔جمال وزیبائی میں عنصر ذہنی

۱۔'' لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ '' (حدید/۲۵)

ایک طرح سے اور کسی حد تک ادراک اور مدرِک سے قائم ہے۔اس مبنیٰ کا تعلّق، خدا اور جہان ہستی سے انسان کے رابطے سے ہے۔(باقری، ۱۳۸۲)اس مبنی کو مستند قرار دیتے ہوئے معنوی تربیت کے سانچے میں ڈھلا ہوا شخص، علاوہ براین کہ جہان ہستی کو خدائے عزوجل کا جلوہ سمجھتا ہےاس کو جمیل و زیبا بھی سمجھتا ہے ؛یعنی نہ یہ کہ جہان خدا کی ملکیّت ہے اور اس کو خدا کی ملکیت سمجھتے ہوئے حسین و جمیل تصور کرتا ہے بلکہ فی الواقع جو چیز بھی خدا کی ہے اور اس کی جانب سے ہے اس کو حسین اور جمیل سمجھتا ہے۔البتہ یہ مبنی اس چیز کے بارے میں جس سے انسان عشق و محبت کرتا ہے، صادق ہے۔ باباطاہر عریان کے مندرجہ ذیل اشعار اس کا مصداق ہیں کہ شخصِ عاشق کو ہر چیز معبود کا جلوہ نظر آتی ہے :

به دریا بنگرم دریا تو بینم　　　به صحرا بنگرم صحرا تو بینم

به هر جا بنگرم کوه و در و دشت　　　نشان از قامت رعنا تو بینم

شیخ سعدی کا درج ذیل شعر، ہر چیز کے جلوۂ جمال کا مصداق ہے :

تو از هر در که باز آئی بدین خوبی و زیبائی　　　دری باشد که از رحمت به روی خلق بگشائی

واقعۂ عاشوراء کے بعد ہر طرح کی سختی اور مصیبت برداشت کرتے ہوئے جب جناب زینب کبری سلام اللہ علیہا دربارِ ابن زیاد میں پہونچتی ہیں تو اس ملعون کے اس سوال "کَیفَ رَأَیتَ صنعَ اللهِ بِاَخِیکَ" کے جواب میں فرماتی ہیں "مَارَأَیتُ اِلَّا جَمِیلاً"۔ بی بی سلام اللہ علیہا کا یہ جملہ عرفان و معنویت اور معرفت خدا کی عکاسی کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ بی بی عرفان و معنویت اور ایثار و فداکاری کے کس درجۂ کمال پر فائز ہیں کہ انھیں اس خونچکاں اور جانگسل واقعۂ ہائلہ میں بھی صرف اور صرف حسن و جمال نظر آتا ہے۔ مصائب و آلام اور تکالیف و شدائد کے تعلّق سے ایسی تعبیر کسی بھی مادّی قالب اور روزمرہ کی زندگی میں بہت ہی کمیاب بلکہ نایاب ہے اور یہ صرف علی کی بیٹی زینب سلام اللہ علیہا کا طرۂ امتیاز ہے۔(ملکیان، ۱۳۹۸) اسلام اپنے پیروکاروں کے لئے بعنوان نمونہ ایسی ہی روش زندگی کی سفارش کرتا ہے۔

بحث و نتیجہ

مذکورہ مباحث کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جو علم ان مباحث کی وقعت و اعتبار اور قدر و قیمت کا ضامن ہے، علمِ اقدار شناسی ہے۔ علم قدر شناسی، ملائمات اور ناملائمات کے بارے میں بحث کرتا ہے۔ بعض امور ذاتی طور پر وقیع ہیں جیسے عدالت و آزادی، لیکن معاشرے میں ان کا تحقّق شرائط سے وابستہ ہے۔ اسلام کی رو سے اقدار، مفاہیم اعتباری ہیں جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے کیونکہ ظرفِ عمل سے باہر تحقیق و تحقق سے عاری ہیں اور اغراض و محرکات کے زیر اثر کمال و سعادت تک پہونچنے کے لئے ایسے مفاہیم درست کئے جاتے ہیں۔ یہ بالمعنی الاخص مفاہیم اعتباری ہیں جن کو علامہ طباطبائی اعتباریات کا نام دیتے ہیں۔ علامہ طباطبائی معتقد ہیں کہ اقدار، بشکلِ مفہومی مطلق ہیں اور مصداقِ نسبی یعنی حسن و قبح بطور مطلق کی صورت، خارج میں ان کا وجود نہیں ہے۔ (حسنی، ۱۳۸۳)

اسلامی روش زندگی میں معنوی انسان کسی چیز سے دل نہیں لگاتا۔ البتہ دل نہ لگانے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اس دنیا کی کسی چیز کو اپنی نہیں سمجھتا یا کسی چیز سے استفادہ نہیں کرتا۔ کسی چیز کا مالک ہونا یا اس سے استفادہ کرنا اور بات ہے اور اس سے دل لگانا اور والہ و شیدا ہونا اور اس کی محبّت میں گرفتار ہونا اور بات ہے۔ جو چیز مشکل ساز ہے وہ دنیوی چیزوں سے وابستگی اور دل لگانا ہے، اور ایک معنوی انسان ان تمام چیزوں سے فارغ اور بے پرواہ ہوتا ہے۔ وہ مادّی مالکیّت اور قدرت و اقتدار کی تگ ودو میں سرگرداں نہیں رہتا بلکہ اس کی زندگی عشق و محبت سے لبریز ہوتی ہے اور وہ اپنی زندگی کے شب و روز مثبت تعمیری امور میں بسر کرتا ہے۔

معنوی انسان دن رات اپنی اصلاح میں مشغول رہتا ہے؛ اس کا پورا ہمّ و غم یہ ہوتا ہے کہ وہ ذہنی، قلبی، اخلاقی اور معنوی لحاظ سے کس وضع و حالت اور کس مرحلے میں ہے۔ معنوی انسان کی نظر ہمیشہ اپنے عیوب پر ہوتی ہے اور اس کو دوسروں کے عیوب سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ (ملکیان، ۱۳۸۹)

پہلا مبنیٰ

معنوی تربیت میں ''مبدأ ہستی کا معبودِ انسان ہونا'' سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی رو سے خدا خیر کی بنیاد اور اصل واساس ہے۔ معنوی تربیت، خدا محور تربیت سے عبارت ہے جو انسان اور خالق کے درمیان رابطے کی اصلاح کرتی ہے، اس کی نمایاں خصوصیت، اعتقادی اور عرفانی بنیادوں کی تقویت کرنا اور جذبۂ عبودیت و بندگی کو

پروان چڑھانا ہے۔اس کے تحت معنوی انسان کسی توقع کے بغیر اور امید و بیم اور ثواب وعقاب دنیوی اور اخروی سے بے نیاز، عشق الٰہی کے جذبے سے سرشار ہو کر خدا کی عبادت و بندگی کرتا ہے۔

معنوی روش زندگی میں خدا، معنوی انسان کا معبود ہوتا ہے اور معنوی انسان جذبۂ عشق الٰہی سے سرشار ہوتا ہے۔ معنوی انسان اور خدا کے درمیان صرف عبد و معبود کا رشتہ ہوتا ہے اور عبد کے پورے وجود میں خدا کی محبت موجزن ہوتی ہے۔[1] معنوی انسان کا رخ حیات ہمیشہ اپنے معبود اور خالق کی طرف ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔

دوسرا مبنیٰ، ''خدا صاحب اقدار مطلق اور معیار اقدار جہان ہے''،اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا خالق و مالک اور مدبّر ہے۔کائنات کی ہر چیز الٰہی محور پر زندگی بسر کرتی ہے اور رشد و ہدایت پاتی ہے۔خدا ہی اقدار کا خالق ہے اور اقداری نظام اسی کی ایجاد ہے۔ہر چیز کی قدر و قیمت خدا سے وابستہ ہے اور معنوی انسان اسی کو صاحب اقدار مطلق سمجھتا ہے اور ہر شئی کی قدر و قیمت اسی کے اعتبار سے معیّن و مشخص ہوتی ہے۔

تیسرا مبنیٰ ''طبیعت ،خدا کی آیت اور نشانی'' ہے جس سے مراد یہ ہے کہ از روئے اسلام، معنوی انسان کی روش زندگی میں کل عالم خدا کی آیت اور نشانی ہے اور انسان معنوی کائنات ،طبیعت اور محیط زیست کو اپنے معبود خداوند کریم کی مخلوق سمجھتا ہے اور اس بات سے شاد و خرم ہے کہ ایسی دنیا میں جی رہا ہے جو اس کے پروردگار اور خالق سے وابستہ ہے اور خدا نے اس کو خلق کیا ہے اور اس کی تدبیر کرتا ہے۔معنوی انسان کی زندگی میں طبیعت وفطرت ،خدا کی آیت اور نشانی ہے ؛یعنی کائنات کے فلسفۂ وجودی کو خدا کا جلوہ سمجھتا ہے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں ڈوبا رہتا ہے اور آلام و مصائب کے گیر و دار اور زندگی کی مشکلات میں بھی کبھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتا اور تضرع وزاری کے ساتھ خدا کو یاد کرتا ہے۔

چوتھا مبنیٰ ''کرامت'' سے مراد یہ ہے خدا نے عقل و ایمان ،ارادۂ واختیار اور آزادی کے علاوہ سب کرامت انسان کے جلوے ہیں ،انسان کے پیکر خاکی میں اپنی روح پھونکی اور انسان کو اپنی جنس سے پیدا کیا اور قرآن کی یہ آیت ''وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي''(ص/۷۲)اس بات کی روشن دلیل ہے ۔یہ امتیاز جس سے

۱۔وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (بقرہ/۱۶۵)

خدا نے انسان کو سرافراز کیا ہے ،اپنی کسی بھی مخلوق یہاں تک کہ مقرّب فرشتوں کو بھی نہیں بخشا ہے۔ یہ امتیاز انسان کے اندر حرکت و فعالیت اور خدائی صفات سے اتّصاف کو پروان چڑھاتا ہے اور اس بات کو اس کے اندر تقویت کرتا ہے کہ اس کی بنیاد اور اصل خدائی ہے اور یہ روح جو اس کے وجود میں امانت رکھی گئی ہے اسے پوری زندگی اس کی حفاظت و پاسداری کرنی چاہئے اور اس روح خدائی کا پاس و لحاظ اس کو کمال کے اس مرتبہ پر فائز کرتا ہے جہاں تک کسی کی بھی رسائی ممکن نہیں ہے۔اس مبنی کی رو سے انسان کا اپنی زندگی کے تئیں نظریہ بدل جاتا ہے کیونکہ خود کو عہدہ دارِ امانت الٰہی سمجھتا ہے اور اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ روز الست اور عالم زر میں جو اس نے اپنے پروردگار سے عہد و پیمان کیا ہے ،آخری لمحۂ حیات تک اس کی پاسداری کرے۔

پانچواں مبنیٰ ''معنوی آزادی'' سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تمام آزادیوں میں سب سے اہم، معنوی آزادی ہے؛اس معنی میں کہ انسان بغیر کسی خارجی اور بیرونی مداخلت اور دباؤ کے اپنے حق انتخاب کا پورا پورا استعمال کرے اور بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنے سارے کام انجام دے اور اس طرح کی آزادی خدا کی عبودیت اور بندگی کے زیر سایہ ہی میسّر ہے۔(مصباحی،۱۳۹۵)

معنوی آزادی کی یہ صورت ہے کہ معنویت کا حصول بغیر آزادی کے ممکن نہیں ہے۔وہ انسان جو معنوی لحاظ سے نیک اور صاحب فضیلت ہے ،ایسا انسان نہیں ہے کہ فقط اعمال ظاہری اور کچھ خاص اعمال اس سے سرزد ہوں ،بلکہ ایسا انسان ہے کہ اس کے اعمال ظاہری حسن فعلی کے ساتھ ساتھ حسن فاعلی بھی رکھتے ہوں ،یعنی اپنی روش حیات کا انتخاب وہ بغیر کسی جبر و اکراہ اور اضطرار کے مکمل آزادی کے ساتھ کرے۔دوسرے لفظوں میں یہ آدمی پہلے خود کو راضی کرتا ہے اور معنوی دستور کو ایک صحیح اور درست عمل کے طور پر قبول کرتا ہے اور پھر اس پر سختی کے ساتھ عمل کرتا ہے۔

چھٹواں مبنیٰ '' عدالت '' سے مراد یہ ہے کہ سب آفرینش اور خلقت میں یکساں ہیں اور کسی کو کسی پر کوئی تفوق وفضیلت و برتری حاصل نہیں ہے؛یعنی یہ کہ خدا نے سب کو عادلانہ طور پر ایک جنس سے اور ایک ماں باپ سے خلق کیا ہے اور اسی طرح نفخ روح خدائی میں بھی سارے انسان شریک ہیں اور اس حوالے سے بھی کسی کو کسی پر کوئی تفوّق و برتری حاصل نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو لکھے اپنے خط میں جب انھیں مصر کا گورنر منصوب کیا تھا، جہاں بہت ساری باتوں کی سفارش کی تھی، وہیں اس بات کی بھی سفارش کی تھی کہ اے مالک تمہاری رعایا یا خلقت و آفرینش میں تمہاری جیسی ہے یا دینی بھائی ہے؛اس لئے ان کے ساتھ مدارات سے کام لینا (جعفری، ۱۳۶۴) یہ چیز حکام کے لئے ایک درس عظیم ہے کہ وہ خود کو اپنی رعایا سے بالاتر نہ سمجھیں اور ان کے لئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ایک دوسری جگہ موجود ہے کہ اجتماعی روابط کے لئے خود کو میزان اور معیار قرار دو۔یہ چیز اپنے اور دوسروں کے درمیان مساوات کی غمازی کرتی ہے اور عدالت ورزی کا لازمہ بھی ہے۔

معنوی انسان اپنی زندگی اور سیر سلوک میں خود کو میزان اور معیار قرار دیتا ہے۔اس کی دوسروں کے اعمال و کردار پر نظر نہیں ہوتی بلکہ اپنے اعمال و کردار کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔وہ اپنے اعمال و کردار کا دوسروں کے اعمال و کردار سے موازنہ نہیں کرتا۔وہ اپنے لئے وہی پسند کرتا ہے جو دوسروں کے لئے پسند کرتا ہے۔انسان کی خلقت میں برابری اور نفخ روح خدائی میں سب کی شرکت یہ ایسی چیز ہے جو سب کے لئے بطور یکساں اور بلا امتیاز، رشد و صعود اور سیر و سلوک کے منازل طے کرنے کی راہ ہموار کرتی ہے۔اس حیثیت سے نہ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت و برتری ہے اور نہ کبھی ہوگی۔یہ چیز رشد و ترقی اور استعداد کی شگوفائی کے لئے بہترین محرّک ہے۔سب کے لئے بطور مساوی رشد و ترقی کا دروازہ کھلا ہوا ہے، کہ اپنی زندگی میں انسانیت کے درجات عالیہ کو طے کریں۔

ساتواں مبنیٰ "جہان ہستی اور مخلوقات خدا سے عشق ہے"۔اس تعلق سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ معنوی انسان کی زندگی میں اصل چیز خدائے عزوجل سے بے پناہ عشق و محبت ہے۔وہ عشق جو عاشق کے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہو اور اس کو اپنے معبود حضرت حق کے علاوہ کچھ اور دکھائی نہ دے اور یہ دنیا اس کو وجود حق تعالیٰ کا جلوہ نظر آئے اور مخلوقات کو اس نظر سے دیکھے کہ سب اس کی جانب سے ہیں اور وہ سب کا مالک و مختارِ کل ہے۔مخلوقات سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ ان کی نسبت خدا سے ہے۔معنوی انسان کی زندگی کا محور، عالم اور عالمیان سے عشق و محبت ہے۔معنوی انسان، خدا کے واسطے سے مخلوقات سے عشق کرتا ہے اور سب کو خدا کی خالص ملکیت سمجھتا ہے۔اسی لئے اس کی راہ میں ایثار و فداکاری کے لئے تیار رہتا ہے اور اس راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے ہر وقت عروسِ شہادت کو گلے لگانے کے لئے بھی تیار رہتا ہے، اور اس طرح سے بلندترین توفیق و سعادت سے سرافراز ہوتا ہے جو وصالِ حضرتِ حق اور لقاء اللہ سے عبارت

ہے، اور اس طرح سے فوز عظیم حاصل کرتا ہے۔یہی وہ چیز ہے جس کا اظہار حضرت علی علیہ السلام ضربت کھانے کے بعد کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ "ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا"۔[۱]

آٹھواں مبنٰی "جہان، جمالِ معبود کا ایک جلوہ" سے مراد یہ ہے کہ انسانِ معنوی علاوہ اس کے کہ جہان کو جلوۂ خدا سمجھتا ہے ،اس کو جمیل اور خوبصورت بھی دیکھتا ہے یعنی فقط جہان اور مخلوقات جہاں کو مخلوقِ خدا ہونے کی وجہ سے حسین و جمیل نہیں سمجھتا ،بلکہ جو کچھ بھی خدا کی جانب سے ہے، اس کو حسین و جمیل اور محبوب و مرغوب سمجھتا ہے اور دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس کو جمال اور زیبائی کے علاوہ کچھ اور نہیں سمجھتا۔علاوہ براین کہ معنوی انسان دنیا اور اس کی ہر چیز کو جمالِ حق کا ایک جلوہ سمجھتا ہے ،جمالِ ظاہری سے فراتر ،پوری دنیا کو جمال حق کا ایک پرتو سمجھتا ہے اور اس کی توجہ خدا اور اس کی مخلوقات پر مرکوز ہوتی ہے اور اس کو جمیل اور زیبا سمجھتا ہے اور جو کچھ بھی خدا کی جانب سے ہے اس کو حسین و جمیل اور خوبصورت تصور کرتا ہے اور اس پر فخر و مباہات کرتا ہے اور احساس بالیدگی سے سرشار ہوتا ہے ،اور یہ چیز انسان کی روشِ زندگی کو دگرگوں ، پربار، بے نیاز اور طراوت سے سرشار کردیتی ہے۔

مآخذ

قرآن کریم، ترجمہ محمد مہدی الٰہی قمشہ ای، قم، پاسدار اسلام

امام خمینی، روح اللہ (۱۳۷۲) ، دیوان امام، تہران، مؤسسۂ تنظیم و نشر آثار امام خمینی

ابراہیم زادہ، عیسی، (۱۳۹۱)، فلسفہ تربیت، تہران: چاپ و انتشارات دانشگاہ پیام نور

اشعری، زہرا، (۱۳۸۶) رابطۂ معنویت و دین از دیدگاہ علامہ طباطبائی اور دینی تربیت میں اس کی رہنمائیاں، خلاصۂ مقالات اوّلین کانفرنس انجمن فلسفہ تعلیم و تربیت ایران، دانشگاہ مدرس تہران۔

اشعری، زہرا؛ باقری، خسرو و حسینی، افضل السادات، (۱۳۹۱)، بررسی مفہوم، اصول و روشہائے تربیت معنوی از دیدگاہ علامہ طباطبائی، دوفصلنامہ علمی۔ تحقیقی تربیت اسلامی، س ۷، ش ۱۵۔

۱۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

اکبری، مجید و حسینی، محمد، (۱۳۸۸) ،ارزش شناسی در فلسفہ ارسطو، فصلنامہ فلسفہ وکلام آئینہ معرفت، تہران: دانشگاہ شہید بہشتی

الغزالی،ابو حامد محمد، (۱۳۶۴)، احیاء علوم الدین، ترجمہ مؤید الدین خوارزمی، تہران: انتشارات علمی وفرہنگی۔

ایمان، محمد تقی، (۱۳۸۸)، مبانی پارادایی روشہائے تحقیق کمی وکیفی در علوم انسانی، قم تحقیق گاہ حوزہ و دانشگاہ۔

باغلی، حسین، (۱۳۹۲)، مطالعہ انتقادی تربیت معنوی در دنیائے معاصر، موازنہ رویکر دہائے دینی و نوپدید در عرصہ تربیت، رسالہ دکتری، رشتہ فلسفہ تعلیم وتربیت، دانشگاہ فردوسی مشہد۔

باقری، خسرو، (۱۳۷۴)، نگاہی دوبارہ بہ تربیت اسلامی، تہران: انتشارات مدرسہ۔

باقری، خسرو، (۱۳۸۲)، درآمدی بہ فلسفہ آموزش وپرورش در جمہوری اسلامی ایران، تہران: دانشگاہ تہران۔

بہشتی، محمد سعید، (۱۳۸۶)، آراء دانشوران اسلام در تعلیم وتربیت، ج ۲، تہران: انتشارات حوزہ و دانشگاہ۔

جعفری، محمد تقی، (۱۳۶۴)، ترجمہ وشرح نہج البلاغہ، تہران: دفتر نشر فرہنگ اسلامی۔

حسن زادہ آملی، حسن، (۱۳۸۳)، دروس شرح اشارات و تنبیہات ابن سینا، (نمط نہم "مقامات العارفین")، قم، مطبوعات دینی۔

حسنی، محمد، (۱۳۸۳)، تحقیق نظریہ ارزش شناسی علامہ طباطبائی و دلالت ہائے آن در تربیت اخلاقی، مجلّہ دانشکدہ روان شناسی وعلوم تربیتی دانشگاہ تہران۔

خطیب رہبر، خلیل، (۱۳۶۸)، دیوان غزلیات مولانا شمس الدین محمد خواجہ حافظ شیرازی، ہمراہ معنی الفاظ اور شرح ادبیات ، تہران: انتشارات سعدی۔

خطیب رہبر، خلیل، (۱۳۶۸)، دیوان غزلیات استاد سخن سعدی شیرازی ہمراہ معنی الفاظ وشرح ادبیات، تہران، انتشارات سعدی۔

دادبہ، اصغر، (۱۳۸۶)، کلیات فلسفہ (رشتہ علوم تربیتی)، تہران، دانشگاہ پیام نور۔

دباغ، سروش، (۱۳۸۳)، آئین در آئینہ، مروری بر آراء دین شناسانہ عبد الکریم سروش، تہران، مؤسسہ فرہنگی صراط۔

دفتر ہمکاری حوازہ و دانشگاہ، (۱۳۷۳)، فلسفہ تعلیم وتربیت از دیدگاہ اسلام، خلاصہ اوّلین کانفرنس فلسفہ تعلیم وتربیت، تہران۔

طباطبائی، محمد حسین، (۱۳۹۰)، اصول فلسفہ وروش رئالیسم، ج ۲، قم، انتشارات صدرا۔

طباطبائی، محمد حسین، (۱۳۸۸)، المیزان، ترجمہ سید محمد باقر موسوی ہمدانی، قم، دفتر انتشارات اسلامی۔

طباطبائی، محمد حسین، (۱۳۹۳)،المیزان فی تفسیر القرآن، ج۲، قم، مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان۔

طباطبائی، محمد حسین، (بی تا)، نہایۃ الحکمۃ، ترجمہ علی شیروانی، قم، دفتر تبلیغات اسلامی حوزۂ علمیہ۔

فولادی، محمد، (۱۳۹۴)،مدار انسانیت پرتوئی از اخلاق و حقوق در ساحت پیغمبر اسلام ﷺ، تہران: انتشارات امید فردا۔

محسنیان راد، مہدی، (۱۳۷۵)،انقلاب، مطبوعات وارزشہا، (موازنۂ انقلاب اسلامی و مشروطیت) ، تہران: سازمان مدارک فرہنگی انقلاب اسلامی۔

مصباحی، جمشید و دیگران، (۱۳۹۵)،وضعیت عقل، دین وعلم در عصر پست مدرن وملاحظات آن در تربیت معنوی با رویکرد انسان شناسانہ، مجلّہ: تحقیق در مسائل تعلیم و تربیت، ش ۳۳۔

مطہری، مرتضی، (۱۳۹۰)،انسان کامل، قم، انتشارات صدرا۔

ملکیان، مصطفیٰ، (۱۳۸۹)، حدیث آرزومندی (جستارہائی در عقلانیت و معنویت)، تہران: نگاہ معاصر۔

ملکیان، مصطفیٰ، (۱۳۹۰)، روان شناسی اخلاق، سلسلہ درس ہائے گفتاری۔

مہدیان، محمد جعفر، (۱۳۸۹) مبانی واصول تعلیم وتربیت، تہران، نشرساوالان۔

نقیب زادہ، میر عبدالحسین، (۱۳۸۲)، نگاہی بہ فلسفہ آموزش وپرورش، تہران، طہوری۔

نوبخت، محمد، (۱۳۷۲)،ارادہ ونقش آن در پیشگیری از آسیب پذیری ہا، نشریہ پیوند۔

یار محمدیان، محمد حسین، (۱۳۹۱)، تحقیق تطبیقی تربیت معنوی در برنامہ درسی چند کشور، فصلنامۂ علمی۔ تحقیق نو در مدیریت آموزشی سال ۳، ش ۱۔

یوسفی، فرشتہ، (۱۳۹۰)، سیر تحوّل تربیت معنوی و دلالت ہائے آن در تربیت دینی، پایان نامۂ کارشناسی ارشد، دانشگاہ الزہرا۔